قیمت: ۴۰ روپے

پاکستان کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا خواتین کا مقبول ترین ہفت روزہ

خواتین کا اسلام

1089
بدھ 16 رمضان کریم 1445ھ مطابق 27 مارچ 2024

چھوٹی بھابی

زکوٰۃ کے نصاب کیلئے فون پر رابطہ کر سکتے ہیں
ZJ
Zaiby Jewellry
SADDAR
021-35215455, 35677786 zaiby_jewellery Zaiby_jewellery
zaiby.jeweller@gmail.com Zaibunnisa Street, Saddar, Karachi

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

القرآن

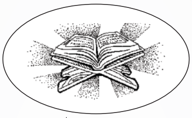

ایذائے مسلم

جو لوگ اللہ اور اُس کے پیغمبر کو رنج پہنچاتے ہیں اُن پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اُن کے لیے اُس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام کی تہمت سے جو انھوں نے نہ کیا ہو ایذا دیں تو اُنھوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا۔

(سورۃ الاحزاب، آیات: 57، 58)

الحدیث

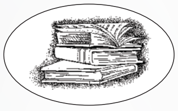

راہ گیر کی ایذا رسانی

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: راستوں میں بیٹھنے سے بچو! اس سے لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اگر بامر مجبوری بیٹھنا ضروری ہو تو راستے کا حق ادا کرو! حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، حضور! راستے کا حق ارشاد فرمادیجیے! آپ نے فرمایا: نظریں نیچی رکھنا، گزرنے والوں کو تکلیف سے بچانا، سلام کا جواب دینا، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے رہنا۔

(بخاری)

مولانا مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی

حائضہ کا مسجد میں جانا:

سوال: ہمارا گھر مسجد کے نیچے ہے، یعنی گھر کی چھت مسجد کا صحن ہے تو مخصوص ایام میں چھت پر چڑھنا جائز ہے؟

(اخت حسین احمد۔ راولپنڈی)

جواب: مخصوص ایام میں چھت پر قدم رکھنا جائز نہیں۔

خاوند کا مال بلا اجازت لینا:

سوال: میرا خاوند سخت مزاج آدمی ہے۔ گھریلو اخراجات تو پورے کرتا ہے لیکن جیب خرچ نہیں دیتا۔ کیا بچوں کی ضروریات کے لیے بلا اجازت اس کی آمدن سے کچھ لے سکتی ہوں؟ (ایک بہن)

جواب: اگر بچوں کی جائز ضروریات (مثلاً کھانا، پینا اور ضروری لباس وغیرہ) بھی وہ پوری نہ کرتے ہوں تو بقدر ضرورت ان کے مال سے بلا اجازت بھی لے سکتی ہیں۔

پردہ کا مسئلہ:

سوال: امی کے چچا اور ماموں اسی طرح ابو کے چچا اور ماموں سے ہمیں پردہ ہے یا نہیں؟ ہم پردہ کرتی ہیں لیکن ایک عزیزہ کہتی ہیں ان سے آپ کو پردہ نہیں ہے۔ رہنمائی کیجیے۔ (انیلا صادق۔ ملتان)

جواب: والدین کے حقیقی چچا اور ماموں سے پردہ نہیں ہے، ہاں فتنے کا اندیشہ ہو تو پردہ کیا جائے۔

مور کے پر رکھنا:

سوال: اکثر لوگ بطور ڈیکوریشن گھروں میں مور کے پر رکھتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ جس مکان میں یہ پر ہوں اس میں نماز کا کیا حکم ہے؟

(زینت ناصر۔ شکرگڑھ)

جواب: گھر میں مور کے پر رکھنا جائز ہے، ان کی موجودگی سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔

مخصوص ایام میں تلاوت:

سوال: (۱) مخصوص ایام میں قرآن مجید (ہاتھ لگائے بغیر) پڑھنا یا پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مخصوص ایام میں سوتے وقت چاروں قل اور سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (ہمشیرہ سفیان احمد)

جواب: (۱) روانی سے پڑھنا جائز نہیں، ایک ایک لفظ الگ کر کے پڑھ سکتی ہیں۔

(۲) چاروں قل پڑھنا جائز نہیں، سورۂ بقرہ کی آخری دونوں آیتیں بنیت دعاء پڑھ سکتی ہیں۔

پاؤں پر مہندی لگانا:

سوال: پاؤں کے ناخن پر مہندی لگانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عورت کے لیے جائز ہے۔

سجدۂ تلاوت:

سوال: سجدہ تلاوت نماز فجر اور عصر کے بعد ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (ہمشیرۂ سفیان احمد۔ کراچی)

جواب: جائز ہے۔

غلط عقیدہ:

سوال: مشہور ہے کہ شیشے کا گلاس یا اس قسم کا برتن ٹوٹ جائے تو آنے والی کوئی مصیبت ٹل جاتی ہے، یہ کہنا صحیح ہے؟

جواب: صحیح نہیں۔

طلاق کا مسئلہ:

سوال: کوئی شخص طلاق کے بجائے تلاق، کا لفظ استعمال کرے تو اس کی بیوی پر طلاق پڑے گی یا نہیں؟ (بنت محمد حنیف بنگلہ کمو واں والا قصور)

جواب: الفاظ مصحفہ (تلاق، طلاک، طلاغ وغیرہ) سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے خواہ طلاق دہندہ عالم ہو یا جاہل، البتہ طلاق دہندہ اگر عالم یا قاری مجوِّد ہے اور صحیح و غلط الفاظ کا فرق جانتا ہے، وہ اگر طلاق دینے سے پہلے دو گواہوں کے سامنے کہہ دے کہ میں طلاق نہیں دینا چاہتا، کسی مصلحت سے غلط لفظ استعمال کروں گا تو اس صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی۔ گواہ نہ بنانے کی صورت میں قضاءً طلاق پڑے گی دیانۃً نہیں۔

☆☆☆

آئینہ گفتار

مختصر پُراثر نسخہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کسی مختصر بات کو پھیلا کر بیان کرنے والے تو بہت ہوتے ہیں اور یقیناً یہ بھی ایک ہنر ہے جس میں معنی آفرینی سے زیادہ مختلف اسالیب کے ذریعے قوتِ اظہار کا کمال دکھایا جاتا ہے۔

مگر کسی بات کو کم سے کم الفاظ میں جامع انداز میں بیان کرنا تو واقعتاً بڑی مہارت کی بات ہے۔ یہ مختصر نویسی کہلاتا ہے۔ اور اگر یہ ''بیان کرنا'' کما حقہ ہو تو اسے محاورے میں ''کوزے میں دریا بند کرنا'' کہتے ہیں۔

طویل نویسی اور مختصر نویسی دونوں کے اپنے اپنے فائدے اپنا اپنا حسن ہے۔ کسی شاعر نے دونوں ہی کو بہت خوبصورتی سے ایک شعر میں بیان کیا ہے۔

بند ہو جاتا ہے کوزے میں کبھی دریا بھی
اور کبھی قطرہ سمندر میں بدل جاتا ہے

خیر آج ہم صرف مختصر نویسی کی بات کرتے ہیں اور اس مختصر نویسی کی جس میں فصاحت ہو۔

خال خال ہی کوئی ایسا خوش نصیب ہوتا ہے جسے فصاحت کی نعمت وافر عطا ہوتی ہے اور وہ کوزے میں دریا بند کر کے دکھا دیتا ہے۔ ایسا شخص محض ایک جملے میں کوئی ایسا نکتہ بیان کر دیتا ہے کہ باذوق اور سمجھدار سامع یا قاری سرشار ہو جاتا ہے۔ کم سے کم الفاظ میں بڑے نکتے کی بات مخاطب کو جس طرح کبھی چونکا دیتی ہے، اسے ہلا کر رکھ دیتی ہے اور کبھی ششدر کر دیتی ہے، یہ بات بہرحال الفاظ کے انبار لگا دینے سے ممکن نہیں۔

مختصر نویسی کے ایسے شاہکار شذرات مختلف موضوعات پر نگاہوں سے گزرتے رہتے ہیں، جن میں چند مختصر نکات میں زندگی کا نچوڑ لپیٹ کر اس خوبصورتی سے بیان کر دیا جاتا ہے، جیسے گلقند کو بڑی خوش اُسلوبی سے پان کے پتے میں لپیٹ کر پیش کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی ایک شذرہ ازدواجی زندگی کے حوالے سے پچھلے دنوں نظر سے گزرا تو خیال آیا کہ اہتمام سے آئینہ گفتار میں قاریات بہنوں کو پڑھایا جائے، سو پیشِ خدمت ہے:

ایک دانا شخص نے شادی کی صبح زوجہ سے کہا کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ایک کامیاب اور خوشگوار ازدواجی زندگی گزاریں تو ہمیں اِن چار اصولوں کو سختی سے اپنانا ہوگا:

۱۔ میں لوگوں کے سامنے کسی بھی معاملے میں جو بھی بات کروں تم میری مخالفت نہیں کرو گی۔ ہاں اکیلے میں تم مجھ سے اختلاف کرو، بحث مباحثہ کرو، غصہ کرو، جو چاہو کرو، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا، بلکہ اگر تمھارا مؤقف درست ہوا تو بعد میں مجھے دوسروں کے سامنے اپنا موقف تبدیل کرنے میں کوئی شرمندگی بھی نہیں ہوگی، مگر اس وقت تحمل سے کام لینا۔

۲۔ میرے سوا کوئی بھی تمھیں کسی بھی کام پر مجبور نہیں کر سکتا، غلط اور ناجائز کام پر تو خیر میں بھی نہیں۔ اگر تم کسی کام سے انکار کرنا چاہو تو بے دھڑک یہ کہہ دو کہ میرے شوہر نے مجھے اس کام سے منع کیا ہے، اور میں بعد میں تمھاری تائید کروں گا کہ ہاں میں نے منع کیا ہے، خواہ پہلے نہ بھی کیا ہو۔ کیونکہ میرا کام ہے پوری دنیا کے مقابلے میں تمھارا دفاع اور تمھاری حفاظت کرنا۔ (یہ اصول خصوصاً سسرال کے ناجائز مطالبات کے معاملے میں بہت موثر ہے، اور چونکہ شوہر غیر مشروط اجازت دے چکا ہے، لہٰذا یہ جھوٹ میں نہیں آتا!)

۳۔ ہمیں کسی بھی صورت میں دوسروں کے سامنے اور خصوصاً بچوں کے سامنے بحث مباحثے یا لڑائی جھگڑے سے اجتناب کرنا ہوگا۔

۴۔ بچوں کو چھپنے کے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں ملنی چاہیے۔ مطلب یہ کہ گھر کے سربراہ کے طور پر میں جو بھی شرعی اور اخلاقی دائرے میں فیصلے کروں، وہ بچوں کو ماننا ہوگا، جب تک وہ بڑے نہیں ہو جاتے۔ یہ نہ ہو کہ میرے فیصلے کے بعد وہ تمھارے پاس دوڑے چلے آئیں اور تم میرے فیصلے کے خلاف انھیں اجازت دے دو۔ اسی طرح میں بھی کروں گا۔ بچوں کو پتا ہونا چاہیے کہ ہر معاملے میں ان کے والدین ایک ساتھ ہیں۔

کتنی حکمت بھری باتیں ہیں ناں؟ دیکھا جائے تو ان میں اکثر گھریلو جھگڑوں کا حل چھپا ہوا ہے۔ یوں تو ان میں مزید حکمت بھری باتوں کا بھی اضافہ کیا جا سکتا ہے اور ہم نے لکھنا چاہا بھی مگر پھر سوچا کہ بات مختصر ہی یاد رکھنا آسان ہے۔

تو چلیے نئی نئی شادی شدہ بہنیں تو فوراً اپنے پلو سے ان باتوں کو باندھ لیں، بلکہ باندھنے کا کیا ہے، پرانی شادی شدہ بہنیں بھی باندھ لیں تو کسی کا کیا جاتا ہے! ان شاء اللہ تعالیٰ ان کی ازدواجی زندگی بھی مزید خوشگوار ہو جائے گی۔

والسلام
مدیر مسئول
محمد فیصل شہزاد

مدیر اعلیٰ: مفتی فیصل احمد | مدیر: انجینئر مولانا محمد افضل احمد خان | مدیر مسئول: محمد فیصل شہزاد

''خواتین کا اسلام'' دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد 4 کراچی فون: 021 36609983 ای میل: fayshah7@yahoo.com

انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk سالانہ زرِتعاون: اندرونِ ملک 2000 روپے، بیرونِ ملک ایک میگزین 25000 روپے، دو میگزین 28000 روپے

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر خواتین کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جاسکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

بنت الاسلام

چھوٹی بھابی

سامنے کے دالان سے چرخ چوں گھوں گھوں کی آوازیں آ رہی تھیں اور ہمارا دل خوشی سے بلیوں اچھل رہا تھا۔ جب تک سامنے کے دالان سے چرخ چوں گھوں گھوں کی آوازیں آتی رہتیں ہم اطمینان سے بیٹھے باتیں چیتیں کرتے رہتے، مگر جونہی یہ گھوں گھوں بند ہوتی، ہمارے خون گھوں گھوں کرنے لگتے۔

چرخ چوں گھوں گھوں یعنی بی بی جی ہماری طرف متوجہ ہونے والی ہیں اور بی بی جی کا ہماری طرف متوجہ ہونا، خدا کی پناہ!

جب سے ہم نے ہوش سنبھالا تھا، بلکہ جب سے ہماری ماؤں اور خالاؤں نے ہوش سنبھالا تھا، بی بی جی کا یہی کام تھا کہ وہ محلے کے بچوں کو قرآن مجید پڑھایا کرتی تھیں۔ محلے میں ان کی ایسی دھاک تھی کہ کیا امیر اور کیا غریب ان سے خم کھاتے تھے۔ بی بی جی تھیں بھی بڑی رعب داب والی شخصیت۔ چوڑا چکلا جسم، بڑا سا چہرہ، مہندی رنگے بال، سرخ و سپید، شکل و شباہت سے پٹھانی معلوم ہوتی تھیں۔ ان کے چہرے پر سب سے زیادہ خوف ناک شے ان کی آنکھیں تھیں جب انھیں غصہ آتا تو وہ آنکھیں اس طرح سرخ ہو جاتیں کہ بڑے بڑوں کا پتا پانی ہو جاتا، ہم بے چاروں کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ کئی دفعہ خواب میں اِن آنکھوں سے ایسے ڈرے کہ چیخیں مار مار کر گھر بھر سر پر اٹھالیا۔

کھلے سے صحن کے سامنے پہلوؤں پر چند کمرے بنے تھے۔ ایک کمرے میں بی بی جی کی بیوہ بیٹی دن بھر بیٹھی مشین چلایا کرتی تھی۔ بڑے دالان میں بی بی جی خود چرخہ لے کر بیٹھتی تھیں اور ایک پہلو کے کمرا بی بی جی کے بیٹے صادق بھائی کا تھا۔ بی بی جی کا بارہ سالہ پوتا افضل اور دس سالہ پوتی جمیلہ بھی ساتھ ہی رہتے تھے۔ افضل اور جمیلہ کے والدین اپنی ملازمت کے سلسلے میں کہیں باہر تھے اور بچے دونوں دادی کے حوالے کر رکھے تھے تا کہ ان کی شاگردوں پر جی بھر کر ظلم ڈھایا کریں۔

ہماری بھی عجب قابلِ رحم حالت تھی۔ صبح سے لے کر دوپہر تک اسکولوں میں جان کھپاتے۔ دوپہر کو گھر آ کر کھانا کھایا اور ذرا سوئے نہیں کہ ظہر کا وقت ہو جاتا اور مائیں دہری بکلیں ڈال ہاتھوں میں سیپارے دے بی بی جی کے ہاں چلتا کر دیتیں، پھر وہاں جو جاتے تو چھٹے سے اس طرف کیا مجال کہ باہر جھانک بھی جائیں۔ سارا دن اسی طرح گزر جاتا اور کھیلنے کے لیے ایک گھنٹہ بھی نہ ملتا۔ اگر کبھی کبھار ہم نے ٹھنک کر بی بی جی کے ہاں جانے سے انکار کیا تو بس پھر کیا تھا شامت ہی تو آ جاتی۔ دادی اماں دور ہی سے پنکھی، دست پناہ جو کچھ ہاتھ آتا کھینچ مارتیں۔

''ہا! نامرادو، کافرو، سدا جیتے رہنا ہے کیا؟!''

بس پھر کس کی جرأت تھی کہ دَم مارتا۔ دادی جان کی مار کے متعلق اتنا بتا دینا ضروری ہے کہ مارتے وقت وہ ہمیشہ اِس بات کا دھیان رکھتی تھیں کہ ہمیں چوٹ نہ لگے۔ اگر ہم دروازے کے دائیں چرف لگ کر کھڑے ہوتے تو پنکھی، دست پناہ بائیں طرف چلتا اور اگر ہم بائیں طرف ہوتے تو وہ دائیں طرف کا رخ کرتا۔

بی بی جی کے صحن میں مشرقی دیوار کے پاس ہم لمبے لمبے بوسیدہ ٹاٹ بچھا کر بیٹھ جاتے۔ رحلیں کھول کر ان پر سیپارے رکھ لیتے۔ چپکے سے جھولیوں سے املی کی پڑیاں، کھٹے اور بھنے ہوئے چنے نکال رحلوں کے نیچے دھر لیتے اور جب موقع ملتا نکال نکال کر کھاتے رہتے۔ بی بی جی نے تھوڑا سا سبق پڑھایا اور پھر حکم دینے شروع کر دیے:

''اری رقیہ! وہ کل والے کپڑے تو وہیں پڑے رہ گئے، اٹھو انھیں جلدی سے کھنگال کر سوکھنے ڈال دو۔''

''ساجدہ! چلو تم چاول چن کر آگ جلاؤ۔''

''کلثوم! اٹھو تم مسالہ پیسو۔''

''اری زینب! جمیلہ کا سر صاف ہوا یا نہیں؟ چلو پانی گرم کر کے اس کا سر دھلاؤ اور گیلے گیلے بالوں کو اچھی طرح دیکھ ڈالو۔''

''کیوں ری کریمن کی بچی! کل تو نے برتن دھوئے تھے کہ سر سے عذاب ٹالا تھا۔ ساری راکھ گلاسوں سے چمٹی رہی۔ کم بخت اس طرح استادوں کا کام کرتے ہیں اگر آج ذرا بھی برتنوں پر راکھ رہی تو مینڈھیا نوچ لوں گی، یاد رکھنا۔''

اس کے بعد لڑکیوں کی اکثریت اٹھ کر مختلف کاموں میں مصروف ہو جاتی۔ بیوی جی کا کھانا پکانا، کپڑے دھونا، جھاڑو لگانا، پھر جمیلہ بی کا سر دیکھنا اور افضل میاں سے تھپڑ کھانا۔ نو نو، دس دس، گیارہ گیارہ برس کی بچیاں اور یہ اتنے سارے کام اور ایسے سخت کام مگر ہم سبھی کچھ کرتے تھے۔

جو کام کرتیں وہ تو خیر کرتیں جو باقی بچتیں انھیں سختی سے حکم تھا کہ صرف سبق ہی کی طرف دھیان رکھیں اور اِدھر اُدھر ہرگز نہ دیکھیں، مگر اِدھر اُدھر کیسے نہ دیکھا

چمن خیال

اُگ رہا ہے در و دیوار سے سبزہ غالبؔ
ہم بیاباں میں ہیں اور گھر میں بہار آئی ہے

☆

غالب! برا نہ مان جو واعظ برا کہے
ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے؟

☆

بیگانگی خلق سے بے دل نہ ہو غالبؔ
کوئی نہیں تیرا، تو مری جان خدا ہے

☆

یہ باعث نومیدی اربابِ ہوس ہے
غالب کو برا کہتے ہیں، اچھا نہیں کرتے

☆

کیا تنگ ہم ستم زدگاں کا جہان ہے
جس میں کہ ایک بیضۂ مور آسمان ہے
ہے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے
پرتو سے آفتاب کے ذرے میں جان ہے

☆

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا
ریختے کے تمہی استاد نہیں ہو غالبؔ
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میرؔ بھی تھا

☆

شاعر: مرزا اسداللہ خان غالب (دیوانِ غالب)
انتخاب: محمد اقراش عاصم۔ میلی پیر بخش، خوشاب

☆☆☆

جاتا؟ صحن کے کونے میں پانی کا پمپ تھا۔ محلے بھر کی عورتیں گھڑے، صراحیاں، بالٹیاں لیے وہاں جمع رہتیں۔ کبھی کبھی پمپ چلتا، قہقہے پڑتے، چلا چلا کر باتیں کی جاتیں اور پکار پکار کر بی بی جی کو محلے بھر کی تازہ خبریں سنائی جاتیں۔ ایسی حالت میں پڑھنے والیاں کیا خاک پڑھتیں۔ اگر کبھی بی بی جی چرخہ لے کر صحن میں بیٹھتیں تب تو ہم آنکھیں جھکائے ہلتے اور غن غن کرتے رہتے لیکن اگر وہ دالان میں بیٹھنا پسند کرتیں تو پھر تو ہماری چاندی ہوجاتی۔ سیپارے سامنے کھلے ہیں مگر نگاہیں ہیں کہ دوسری ہی طرف متوجہ ہیں۔ نمک لگا لگا کر املی کھائی جارہی ہے اور گُڑ گُڑ چنے چبائے جارہے ہیں۔ مارے کھٹاس کے منہ سی سی کر رہے ہیں اور آنکھیں بند ہوئی جا رہی ہیں مگر منہ ہلانے میں فرق نہیں آرہا۔ کبھی آپس میں صلح صفائی کی باتیں ہیں اور کبھی دھول دھپے کا دور چل رہا ہے۔ اتنے میں ایک ہولناک آواز آتی: ''اری کم بختو......!''

اور ہمارا خون جم کر رہ جاتا۔ چہرے غیر ارادی طور پر سیپاروں کی طرف جھک جاتے اور پھر زور زور سے غُن غُن کا کورس شروع ہوجاتا۔ کئی دفعہ بی بی جی ہمارے غل سے تاؤ کھا کر بپھری ہوئی شیرنی کی طرح باہر نکل آتیں اور مارے دوہتڑوں اور پنکھوں کے ہمیں الو بنا کر رکھ دیتیں۔

جب شام قریب ہوتی تو سبق نکالنے کا مرحلہ درپیش آتا۔ بی بی جی اپنی رنگین پیڑھی بچھا کر ہمارے پاس بیٹھ جاتیں۔ ایک ایک لڑکی رِحل اور سیپارہ لے کر ان کے پاس جاتی اور سبق سناتی۔ پھر کچھ نہ پوچھیے کیا ہوتا۔ دے دے پنکھیاں پڑتیں اور دھپ دھپ دوہتڑیں چلتیں۔ ساتھ ہی بی بی جی کی سرخ سرخ آنکھیں اور مسلسل چلنے والی زبان، ایک حشر بپا ہوجاتا۔ فوزی، صدیقہ اور سلیمہ خاص طور پر زیادہ مار کھاتی تھیں۔ جونہی ان میں سے کوئی سبق سنانے بیٹھتی، ہم سہم جاتے کہ اب مار پڑی کہ پڑی اور ایسے ہی ہوتا بھی، ادھر اُن کے منہ سے کوئی لفظ نکلا اور ادھر ٹھکائی شروع ہوگئی۔ نوری میں یہ بری عادت تھی کہ جب ایک بار دوہتھڑ اسے پڑ جاتے تو وہ روتی روتی بل کھا کر زمین بوس ہوجاتی اور پھر اٹھنے کا نام ہی نہ لیتی۔ اس پر بی بی جی اور زیادہ غضب ناک ہوجاتیں اور پوری قوت سے پنکھیاں مارنا شروع کردیتیں۔ لڑکیوں نے کئی دفعہ نوری کو سمجھایا تھا کہ تُو اس طرح زمین بوس ہوکر زیادہ مار کھانے کی مستحق نہ بنا کر مگر اس پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ اِدھر بی بی جی کا ہاتھ اٹھتا اور اُدھر وہ بل کھا جانے کے لیے تیار ہوجاتی۔

غرض پٹ پٹا، رو دھو ہم بی بی جی کے گھر سے باہر نکلتے۔ جونہی باہر کی ہوا لگتی، سب کچھ بھول بسر جاتا اور ہم اسی طرح رحلیں اور سیپارے بغلوں میں دبائے ٹھٹھے مارنا شروع کردیتے۔ گلی میں اِدھر اُدھر کسی لڑکی کا باپ کسی کا بھائی کسی کا ماموں آجا رہا ہوتا۔

''چھٹ آئی ہو قیدی چڑیو!؟'' وہ ہمدردی سے پوچھتے۔

''ہاں چھٹ آئے ہیں۔'' ہم زور سے ہنس دیتے۔ عموماً ایسے ہی وقتوں میں ہم مکتب کی بی بی جی اور اسکول کی استانی جی کا موازنہ کیا کرتے تھے۔

''کیوں بھئی! تمھارے خیال میں استانی جی زیادہ ظلمی ہیں یا بیوی جی؟''

دادی اماں کے تمام مخصوص الفاظ میں سے یہ لفظ 'ظلمی' ہمیں خاص طور پر پسند تھا۔ کیونکہ اسے ادا کرتے ہی بی بی جی کی شخصیت آنکھوں کے سامنے پھر جاتی تھی۔

''ہاں تو بھئی بتاؤ نا کون زیادہ ظلمی ہے استانی جی یا بی بی جی؟''

''کیا بتائیں بھئی! دونوں ہی ظلمی ہیں۔''

''پھر بھی زیادہ ظلمی کون ہے؟''

''زیادہ تو اب خدا ہی جانے کہ کون ہے، استانی جی چغتیاں مارتی ہیں، بی بی جی پنکھیوں سے مرمت کرتی ہیں۔ استانی جی کان کھینچتی ہیں، بیوی جی دوہتھڑ چلاتی ہیں۔''

''ہاں مگر سوال یہ ہے کہ تکلیف زیادہ کس سے پہنچتی ہے؟''

''تکلیف؟'' اور ہم دونوں کے مظالم پر غور کرکے یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش کرتے کہ کس کا طرزِ عمل زیادہ تکلیف دہ ہے۔ کبھی استانی جی کے حق میں زیادہ ووٹ ہوجاتے کبھی بی بی جی کے حق میں مگر آخر کار تان ہمیشہ اس دعا پر آکر ٹوٹا کرتی کہ

''خدا کرے استانی جی اور بی بی جی دونوں کو جن اٹھا کر لے جائیں۔''

یہ تھی ہماری حالت، جب بی بی جی نے صادق بھائی کے بیاہ کی تیاریاں شروع کردیں۔ اس بیاہ سے ہماری بڑی بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ ہمارا خیال تھا کہ بیاہ کی خوشی میں بیوی جی کم از کم ہمیں ایک دن کی چھٹی تو ضرور دیں گی مگر وائے نامرادی! بیوی جی نے بیاہ کے دن بھی ہمیں نہ چھوڑا، بلکہ اس دن تو ہماری اور بھی زیادہ شامت آئی۔ ظہر سے لے کر مغرب تک مہمانوں کو پانی پلا پلا کر ہم ہلکان ہی تو ہوگئے۔

خیر جی دلھن جو ہماری چھوٹی بھابی طے پائی تھیں کا گھونگھٹ اٹھا تو بچیوں نے بہت شوق سے انھیں دیکھا۔ اُن کا اس گھر میں آنا تھا کہ...... (جاری ہے)

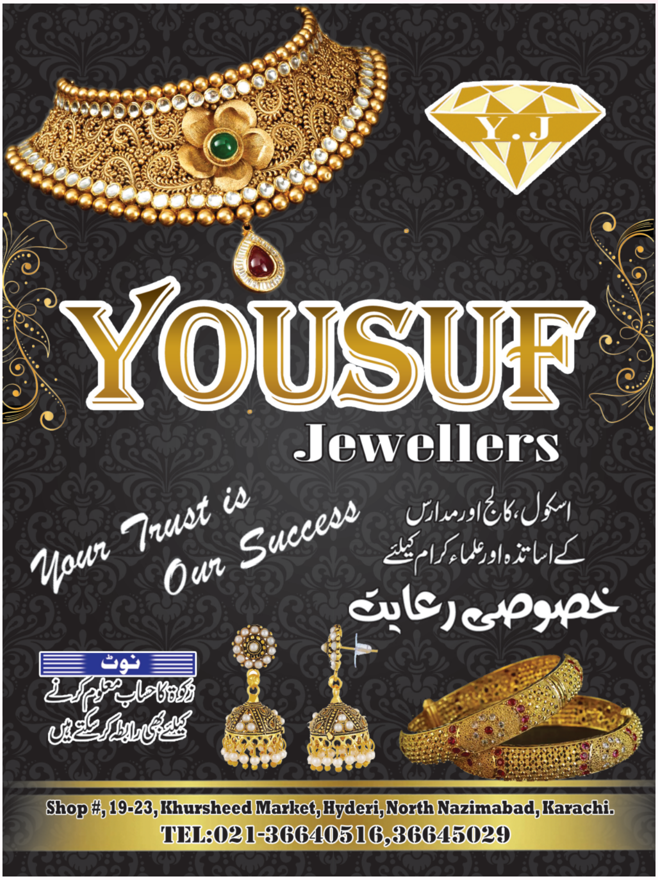

پیغامِ رمضان

اے خیر کے طالب آگے بڑھ
اے شر کے شائع رک جا

عفت مظہر۔اسلام آباد

رمضان کا مبارک مہینہ عظیم نعمتوں میں سے ایک انتہائی عظیم نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو عنایت فرمائی۔اس مبارک ماہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسالت کی نعمت سے نوازا گیا، اور قرآن پاک جونسخہ کیمیا، ہدایت، نجات رحمت، شفا ہے عطا کیا گیا۔

رمضان رمض سے نکلا ہے۔رمض کا مطلب ہے جلانے والا اور رمضان کا مطلب ہے گناہوں کو جلانے بھسم کرنے والا، گویا رمضان ہمارے گناہوں کو جلانے بھسم کرنے کے لیے آیا ہے۔

یہ مہینہ ماہِ احتساب ہے۔اس میں ہر شخص کو اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہیے۔یوم حشر میں اپنے اعمال کا وزن ہونے سے قبل آج خود اپنے اعمال کو تولے اور بڑی پیشی کے لیے تیار ہوجائے۔یہ مہینہ عبادت، اطاعت، توبہ استغفار، دعا مناجات اور اللہ کا قرب پانے کا مہینہ ہے اور اپنی اخروی زندگی کو بہتر سے بہتر بنانے کا مہینہ ہے۔روزہ عبادت میں حلاوت و لذت پیدا کرتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر میری امت کو معلوم ہوجائے کہ رمضان کیا ہے؟ تو وہ تمنا کریں کہ سارا سال رمضان رہے۔''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم ہے کہ:

''اگر اللہ کو اس امت کو عذاب دینا ہوتا تو سورۂ اخلاص اور رمضان عطا نہ کرتا۔''

رمضان ہمیں عذاب سے بچانے کے لیے آتا ہے یعنی ہماری مغفرت کروانے، بخشوانے، سنوارنے، نکھارنے، نجات دلانے آتا ہے۔

رمضان کے ذریعے مسلمانوں کی تربیت کی جاتی ہے اور ان کو اس قابل بنایا جاتا ہے کہ ان کی یوں زندگی عبادت بن جائے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزے کو روزہ بنانے کے لیے دو باتوں کی تاکید فرمائی ہے: (۱) ایمانی شعور اور (۲) احتساب۔

ایمانی شعور کا مطلب ہے جن باتوں پر ایمان لائے ہیں، انھیں بھولنے نہ پائیں۔ان کو ذہن میں تازہ رکھیں۔اللہ کی بڑائی، بزرگی، عظمت کا احساس دل میں پختہ کرلیں۔اس کے حضور جواب دہی کا تصور، اس کے وعدوں پر یقین، اس کی نافرمانی اور غضب سے بچنے کی فکر لگ جائے۔اس کے عذاب کا خوف دل میں بسائے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گہرا تعلق، ان کی سنتوں پر چلنے کا عزم قرآن پاک سے مکمل رہنمائی اور ہدایت، یہ ایمانی شعور ہے۔جس روزے میں یہ سب کچھ ہوگا، وہی اصل روزہ ہوگا۔

(۲) احتساب سے مراد ہے اپنا کڑا محاسبہ، اپنے قلب کی اصلاح گناہوں سے بچنا، نفس کو کچلنا، گزری زندگی پر گہری نظر دوڑا کر دیکھنا کہ میں نے کیا کھویا کیا پایا۔

روزے کا مقصد تقویٰ پیدا کرنا ہے۔تقویٰ کے لغوی معنی بچنے کے ہیں۔تقویٰ قلب و روح، شعور و آگہی، عزم و ارادہ نظم و ضبط اور عمل و کردار کی اس قوت کا نام ہے جس کے بل پر ہم اس چیز سے رک جائیں بچ جائیں، جس کو اللہ اور اس کے رسول نے غلط کہا ہے اور اس چیز پر جم جائیں جو حق ہے، درست ہے۔

سلف صالحین کے مطابق روزے کے تین درجے ہیں۔

(۱) پیٹ اور شرم گاہ کو ان کی خواہش ادا کرنے سے روکا جائے۔

(۲) دوسرا درجہ آنکھ، کان، زبان، ہاتھ پاؤں اور تمام اعضا کو گناہ سے روکا جائے۔

جبکہ تیسرا درجہ دل کو برے ارادے اور دنیاوی فکروں سے روکا جائے۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو ہمارے روزے کو پہلا درجہ تو خیر نصیب ہوتا ہے مگر دوسرے اور تیسرے درجے کا اہتمام چند خوش نصیبوں ہی کو نصیب ہوتا ہے۔

رمضان کا اہم پیغام رب کے حضور حاضری کی تیاری کا ہے۔ایسی تیاری جس میں اپنا فرض بہترین طریقے سے ادا کیا جاسکے اور دل کی صفائی کا خاص اہتمام ہو۔ڈھل دھلا کر دل کو ستھرا کرنا ہے اور دل کیسے دھلتا ہے؟ توبہ، استغفار اور آنسوؤں سے۔

رمضان میں اگر ظاہر و باطن کی صفائی نہ ہو تو رمضان کا مقصد فوت ہوجاتا ہے۔رمضان خیر و اصلاح کے پھلنے پھولنے کا موسم ہے۔اس ماہ میں اپنی روش، اپنے خیالات، اپنی مصروفیت اور اپنے اعمال بدلنے کی کوشش کرنی ہے۔حدیث قدسی کا مفہوم ہے:

''تمھارے لیے گیارہ مہینے مقرر کیے ہیں جس میں تم کھانا کھاتے ہو، پانی پیتے ہو، لذت حاصل کرتے ہو، اپنی ذات کے لیے ایک مہینہ مقرر کیا ہے (جس میں دن بھر کھانا کھانے اور لذت سے روک دیا) پس اس مہینے سے ڈرو۔یہ اللہ کا مہینہ ہے اس میں اطاعت کا حق بجا لاؤ اور گناہ نہ کرو۔''

ڈرا کیسے جاتا ہے؟ اور ڈرنے سے کیا مراد ہے؟

غلطی نہ ہوجائے، کوتاہی اور نافرمانی نہ ہو۔شرک و بدعت میں حصہ نہ پڑ جائے، منافقت کا شکار نہ ہو۔شیطان کے جال میں پھنس کر بہک نہ جاؤں، صراطِ مستقیم سے پھسل نہ جاؤں۔

لوگ روزے کو زیادہ تر سو کر گزارتے ہیں۔اگر ہم روزے کی حالت میں سوتے رہیں تو ہم میدان جنگ سے بھاگ آنے والے سپاہیوں کی مانند ہوں گے۔روزہ تو ہے ہی مشقت اور قربانی کا نام۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ''جب رمضان آتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عبادت کے لیے کمربستہ ہوجاتے۔بستر پر کم ہی تشریف لاتے تھے۔چہرہ مبارک کا رنگ بدل جاتا تھا۔خوفِ خدا طاری رہتا۔رات بھر گڑگڑاتے، دعائیں کرتے، بہت کم کھاتے پیتے، دراصل بھوک فکر و آگہی کے دروازے کھولتی ہے۔احساس دلاتی ہے کہ غریب، فقیر، مسکین بھوک کی اذیت کیسے برداشت کرتا ہے۔

نیکیاں کرنے کے ساتھ گناہوں سے بچنا ہے۔وقت کی بہترین منصوبہ بندی کرنا ہے، ارادے باندھنے ہیں۔خیر خواہی اور بھلائی کی راہ پر چلنا ہے۔رمضان جشنِ نزول قرآن ہے، تو پھر ہم قرآن پاک سمجھنے والے بنیں۔ہماری صبح قرآن کے ساتھ ہو ہماری شام قرآن کے ساتھ۔زیادہ وقت ہم قرآن کے ساتھ گزاریں۔قرآن پر ایمان جب مکمل ہوگا جب تک ہم ہر اس چیز کو ترک نہ کردیں جس کا مطالبہ قرآن کرتا ہے۔کیونکہ قرآن اپنے ہر لفظ پر ہر جملے میں سرتسلیم خم کرنے عمل کرنے اور انقلاب لانے کی دعوت دیتا ہے۔

رمضان پورے گیارہ مہینے کے لیے تربیت کا مہینہ ہے۔اطاعت کی طویل مشق ہے۔

شیطان کو زنجیروں میں جکڑ کر یہ مشق کرائی جاتی ہے۔ رمضان ہمدردی اور غم خواری اور صبر کا پیغام لے کر آتا ہے۔ صبر کہاں کہاں کرنا ہے، بھوک پر پیاس پر غصے پر نفس کے تقاضوں پر نیند پر (یاد رہے رمضان سونے کا نہیں جاگنے کا مہینہ ہے) افطار کے دسترخوان پر صبر اور عید کے جوڑوں پر صبر، اپنی خواہشات کو قابو کر نا ان کے آگے ڈٹ جانا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا مفہوم ہے:

''روزہ ایک امانت ہے۔ ہر ایک کو اپنی امانت کی حفاظت کرنا چاہیے۔'' نیز فرمایا کہ روزہ گناہوں سے بچنے کے لیے ڈھال کا کام کرتا ہے۔ پس اس کو ڈھال بناؤ۔ روزہ دار بد کلامی کرے نہ چیخے چلائے، کسی کا دل دکھائے نہ کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرے۔ نافرمانیوں سے بچنے کا آغاز زبان کی حفاظت سے کریں اور اپنی نیکیاں غارت ہونے سے بچائے۔ ایمان کی افزائش اور نشوونما کے لیے مسلسل کوشش کرتی ہے۔

اگر روزے اصل روح کے ساتھ رکھے جائیں تو اس کے فوائد دنیا و آخرت دونوں میں ہمارے سامنے آئیں گے۔ زندگی کو بہترین سانچے میں ڈھالنے کے لیے رمضان سے بہتر کوئی موقع نہیں۔ اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھانا ہے۔

اللہ ہماری کوششوں کو قبول فرمائے۔ ☆☆☆

خود سے پوچھیے

فلزا وسیم

اگر انسان حساس ہو تو تنہائی میں خود احتسابی ضرور کرتا ہے۔ ایسے ہی ایک دن میں بھی خود احتسابی کے عمل سے گزری اور یہ سوچنے پر مجبور ہوئی کہ ہم اس وقت تک کسی دل کے ٹوٹنے کا احساس نہیں کر پاتے جب تک خود پر نہ گزر جائے۔

ہمارے اردگرد ایسے لوگ ضرور ہوتے ہیں جو یونہی بغیر کسی منطق کے دوسروں کے لیے اپنے دل اور رویے کو پتھر کر لیتے ہیں۔ یہ احساس کہ ہم دوسروں سے برتر ہیں کسی بھی حوالے سے ہمیں سنگ دلی کے حوالے کر دیتا ہے۔ یہ عادت ہماری سزا بن جاتی ہے جو اصل میں ہم خود کو دیتے ہیں مگر برداشت سامنے والے کو بھی کرنا پڑتا ہے۔ ہم یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ جس کا دل ہم دُکھا رہے ہیں۔ رب تعالیٰ اس کی بھی شہ رگ سے قریب ہے۔ ہم بھول جاتے ہیں کہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ دل آزادی بھی ہے، چاہے دل کسی مومن کا ہو یا کافر کا!

ہم زبان سے دعوے تو بہت کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں معاف کرے مگر عین یہ الفاظ بولتے ہوئے ہم غیبت بھی کر جاتے ہیں۔

خاص طور پر ہم خواتین کا ایک انداز ہے کہ ہم ہر اُس عادت، بات اور چیز کو برا جانتی ہیں جو دوسری خواتین کی عادت ہو۔

اب دیکھیے! ایسا ہوتا ہے نا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے دین پر عمل کرتے ہوئے زندگی گزارنے کی توفیق دی ہوئی ہوتی ہے، ایسے میں اکثر تقویٰ کا کبر پیدا ہو جاتا ہے اور اس زعمِ تقویٰ میں ہم بے پردہ خواتین کو جہنمی قرار دینے میں ایک لمحے کی تاخیر نہیں کرتیں۔

جبکہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے استقامت اور ان کے لیے ہدایت کی دعا مانگنی چاہیے۔ یہ سوچنا چاہیے کہ ان میں بہت ساری ایسی خوبیاں ہوں گی جن سے ہم خالی ہوں گی اور جن سے ہم ناواقف ہیں مگر اللہ تعالیٰ اِن خوبیوں کو بخوبی جانتے ہیں، سو دوسروں کو اپنی ذات کے کنکروں سے محفوظ رکھیں۔ موقع محل کی مناسبت اور رشتے کی نزاکت کو مدِنظر رکھ کر مناسب اور اچھے الفاظ سے اصلاح کرنا عین دین کے مطابق ہے ورنہ محض فساد ہے۔

اسی طرح گھریلو ملازمین سے ہمارا سلوک اور رویہ بھی بڑا ظالمانہ ہو جاتا ہے۔ ہم اِن جز وقتی ملازمین کے بھی خدا بن جانے کی کوشش میں اپنے بڑائی کے جذبے کو تسکین دے رہے ہوتے ہیں۔ کبھی بغیر اطلاع چھٹی کرنے پر نہ صرف تلخ کلامی کرنے لگتے ہیں، بلکہ انھیں دی جانے والی مراعات، سہولتوں کا احسان جتانا بھی نہیں بھولتے۔ اگر ان بے چاریوں کو کوئی خاتون اپنا ایسا لباس عنایت کر دے جو بہتر حالت میں ہو تو آنکھوں ہی آنکھوں میں طنز کسا جاتا ہے، دیکھو کپڑے کیسے پہن کر آئی۔

جبکہ وہ لباس زیادہ تر ایسے ہوتے ہیں جو ہمارے دل سے اتر گئے تھے، رنگ پھیکا پڑ چکا تھا سو وہ اللہ رب العزت کے نام پر ان ملازماؤں کو دے دیے جاتے ہیں، ایسے میں اچھے تراش خراش کے لباس وہ بھی ملازمہ پہن لے تو ہم سے برداشت نہیں ہوتا۔

خاندان میں کوئی گھرانا میانہ روی کو اختیار کرتے ہوئے دین پر عمل کا نمونہ بننے کی کوشش بھی کرے تو ہم بڑے آرام سے انھیں ''کنجوسِ زمانہ'' کا لقب کہہ دیتے ہیں، جبکہ اس کے برعکس کوئی دنیاداری نبھائے تو وہ ہماری نظر میں ریاکار ٹھہرتا ہے۔

ایک ہی گھر میں رہنے والے ماں جائے بغض، غصہ، تکبر اور نفرت کو دل میں اتنا پالتے ہیں کہ مہینوں ایک دوسرے سے بات نہیں کرتے۔ سلام میں پہل نہیں کرتے۔ قطع تعلقی پر احادیث تو پڑھتے ہیں، مگر قطع تعلقی کو قطع نہیں کرتے۔ صدقہ بھی مصیبت پڑنے پر دینے والے، اپنے کاٹ دار الفاظ اور خاموش نفرت سے خود کو اخلاقی طور پر مفلس کر دیتے ہیں۔

ہم خود سے ہر بات کا منفی نتیجہ اخذ کر لیتے ہیں۔ بغض، انا اور کینہ ہمیں خاموش ہی نہیں کرواتا، ہمارے اندر کے زہر کو بڑھاتا ہے، اور بہت دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ ساری باتیں ان گھرانوں کے افراد میں بھی دیکھی ہیں جو دین کا مکمل علم رکھتے ہیں۔

زندگی بہت مختصر ہے۔ ہماری مالی و بدنی عبادتیں اللہ کی بارگاہ میں اس وقت تک قبول نہیں ہوں گی جب تک ہمارا عمل اللہ سے کیے گئے وعدے کے مطابق نہ ہوگا۔ ایک بزرگ کا قول ہے:

''جس شخص کی عبادات اس کے معاملات سے مطابقت نہ رکھے، اس کی زندگی اسے رسوائی کے سوا کچھ نہیں دیتی۔''

کوئی دل دکھائے تو رب کی محبت میں اسے معاف کر کے دیکھیں۔ بغیر تحقیق کے کسی کو نہ برا بھلا کہیں نہ دل میں بغض رکھیں بلکہ تحقیق بھی ہو جائے تو ظلم روکنے کی نیت سے تو بولیں مگر ویسے ہی برا بولنا تو بس زبان کا چسکا ہی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو معاف فرمائیں اور ہدایت عطا فرمائیں، آمین!

☆☆☆

8 شاخوں اور 30 سے زائد ذیلی اداروں کا تعلیمی، نشریاتی، شرعی، سماجی اور خدمات پر مشتمل ہمہ گیر تربیتی منصو

جامعۃ الرشید

- تعلیم
- تربیت
- دعوت
- خدمت

کارِ خیر کا ایک وسیع سلسلہ

زکوٰۃ صدقات فطرہ اور عطیات کے ذریعے

اس عظیم کار خیر میں آپ بھی حصہ لیجئے!

اپنے لیے اور اپنے پیاروں کے لیے صدقہ جاریہ کا اہتمام کیجئے

ذیل میں دیے گئے کسی بھی دفتر میں رقوم جمع کرواکر رسید حاصل کریں

جامعۃ الرشید پلاٹ 1 اسٹریٹ 4 فیز 1 سیکٹر 4 اسکیم 33، احسن آباد، کراچی فون نمبر: 021-36881352 موبائل نمبر: 0322 2000644

پبلک سروسز سینٹر (PSC) ثناء ہیون، 45/1، میزانائن فلور، مین چورنگی محمد علی سوسائٹی، کراچی فون: 021-34559170-1 موبائل: 0318-2070720

دارالافتاء والارشاد 4G1-13، ناظم آباد نمبر 4، کراچی فون نمبر: 021-36688239 موبائل نمبر: 0318-2070722

ڈیفنس (DHA) خیابان سحر، فیز 7، DHA، کراچی موبائل نمبر: 0322-2551950

https://jtr.edu.pk

فوری رابطے کے لیے اس نمبر پر SMS یا Call کریں

0322-2000644

آپ کا دستر خوان

گرما گرم پکوڑے: سیما انجم فرید

رمضان کا مہینہ ہو اور دستر خوان پر پکوڑے نہ ہوں تو دستر خوان کی کشش کم ہو جاتی ہے۔

پکوڑے بنائیں تو کچھ گُر کی باتیں پلو میں باندھ لیں۔

جب بیسن لیں تو اگر ایک کپ بیسن لیا ہے تو دو کھانے کے چمچ میدہ اور ایک چمچ کارن فلور بھی ڈالیں۔ میدہ پکوڑوں کے ڈھیلے پن کو دور کرے گا اور کارن فلور کرکرا پن یعنی خستگی لائے گا۔ بعض لوگ چاول کا آٹا بھی استعمال کرتے ہیں۔ آپ چاہیں تو ایک آدھ چمچ وہ بھی استعمال کر لیں۔

پکوڑوں میں بھنا کُٹا ثابت دھنیا اور سفید زیرے کا استعمال کریں۔ اجوائن بھی آدھا چائے کا چمچ ایک کپ بیسن کے لیے استعمال کر سکتی ہیں۔ (مگر اجوائن کو ہمیشہ اچھی طرح چھان کر رکھیں کہ اس میں بہت مٹی ہوتی ہے)

پکوڑے بنانے کے لیے جو بھی سبزی کاٹیں تو باریک باریک نہ کاٹیں۔ تھوڑی موٹی رکھیں۔ ہاں اگر صرف آلو کے پکوڑے بنا رہی ہیں تو فرنچ فرائز کے طرح لمبائی میں کاٹ کر زیادہ اچھے آلو کے پکوڑے بنتے ہیں۔

بیسن میں پہلے سبزیاں ملا کر رکھ دیں۔ سبزیاں بیسن میں پانی چھوڑ دیں تو پھر اسی حساب سے آمیزے میں پانی ڈالیں۔

پکوڑے تلنے کے لیے سرسوں کا تیل کا استعمال کریں۔ صحت کے لیے بھی مفید ہے۔ پکوڑوں کا ذائقہ بھی اچھا ہوتا ہے۔

مختلف دنوں میں مختلف انداز سے پکوڑے بنائیے۔ ایک دن تمام سبزیاں بیسن میں ملا دیں، پھر ایک دن آلو گول گول کاٹ کر بیسن میں ڈبو کر وہ بنائیں، پھر پالک کے پتے اور بینگن گول گول کاٹ کر وہ بنائیے۔

ہاں بینگن کا جب استعمال کریں تو قتلوں پر نمک مرچ چھڑک کر کچھ دیر رکھیں تاکہ پانی نکل جائے پھر فرائی پین میں دو منٹ تک سینکنے کے بعد اس کو ٹھنڈا ہونے دیں پھر بیسن میں ڈبو کر تل لیں۔ پیاز کے چھلکے بھی کاٹ کر تل لیں۔

رمضان المبارک کے لمحات کو قیمتی بنانے کے لیے...... دعاؤں کا مجموعہ

مستند مجموعۂ اوراد و وظائف

(رمضان ایڈیشن)

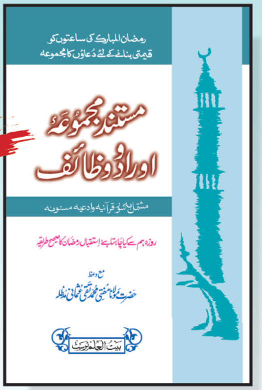

- فضائلِ رمضان مع مسائلِ رمضان
- مختلف قرآنی سورتوں کے فضائل
- فضائلِ دعا، ستر استغفار، چہل ربّنا
- جادو ٹونہ وغیرہ سے حفاظت کی دعائیں
- عافیت، غم و پریشانی سے راحت، نماز وغیرہ سے متعلق دعائیں اور جمعۃ المبارک کے اعمال

صرف 950/-

خود بھی مطالعہ کیجیے اور متعلقین کو تحفے میں دے کر کتاب دوست بنائیے۔

بیت العلم (الوقف)

رابطہ نمبر: 0309-2228089، 0321-8566511 برائے تجاویز: 0322-2583196

Visit us: www.mbi.com.pk maktababaitulilm

ہری مرچ میں آلو ابال کر اس میں نمک مرچ ملا کر ہری مرچ کو آلو سے بھر کر تل لیں۔
ساتھ املی، لیموں، ہری مرچ، پودینے کی چٹنی بنائیے یا کیچپ استعمال کریں۔

دوستی پلاؤ:

رمضان المبارک میں قیمہ پلاؤ بھی اچھا لگتا ہے، جسے ہم نے نام دیا ہے دوستی پلاؤ!

اشیا:

چاول ایک کلو‘ نمک حسب ذائقہ‘ مرچ حسب ذائقہ‘ قیمہ آدھا کلو‘ ہلدی آدھا چائے کا چمچ‘ گاجر کدوکش کی ہوئی ایک کپ‘ ادرک لہسن کا پیسٹ دو کھانے کے چمچ‘ ہری پیاز آدھا پاؤ‘ تیل حسب ضرورت‘ ہری مرچ پانچ عدد‘ ہرا دھنیا آدھی گڈی‘ انڈے تین عدد (نمک کے ساتھ پھینٹ کر تل لیں اور ٹکڑے کرلیں) سویا ساس تین کھانے کے چمچ‘ ٹماٹر ڈیڑھ پاؤ‘ گرم صالحہ ایک کھانے کا چمچ۔

ترکیب:

ایک پیاز کو فرائی کریں اور قیمے کو اس میں تھوڑا سا بھون لیں۔ اب اس میں ادرک لہسن کا پیسٹ‘ ہلدی‘ نمک اور مرچ ڈال کر بھونیں۔ کچھ دیر بھوننے کے بعد ٹماٹر کاٹ کر ڈال دیں۔ اب ہلکی آنچ کر کے قیمے کو ٹماٹر کے پانی میں پکنے دیں۔ پندرہ سے بیس منٹ میں قیمہ گل جائے گا۔ جب پانی خشک ہو جائے تو اس میں ہری پیاز‘ گاجر کو فرائی کر کے ملا دیں۔ ہری مرچ‘ ہرا دھنیا اور گرم مصالحہ ملا کر چولھا بند کر دیں۔ چاول کو آدھا گھنٹہ پہلے بھگو دیں، پھر نمک ملے پانی میں ابال لیں۔ ایک کنی جب رہ جائے تو اضافی پانی پھینک دیں اور چھلنی میں چاولوں کو تھوڑی دیر رہنے دیں تاکہ زائد پانی نکل جائے۔ اب ایک پتیلے میں تھوڑا سا تیل لگائیں، پہلے چاول کی تہ لگائیں، پھر قیمے کی تہ لگائیں۔ انڈا بھی شامل کرلیں سویا سوس بھی ساتھ ساتھ چھڑکتی جائیں۔ اس طرح تمام چاول اور قیمے کی تہ لگائیں۔ اب دس پندرہ منٹ کے لیے دَم پر رکھ دیں۔

جب تیار ہو جائے تو ہری مرچ کا رائتا تیار کریں۔ اس طرح کہ ایک پاؤ دہی میں دو ہری مرچ‘ چار پانچ جوئے لہسن‘ ایک چائے کا چمچ بھنا ہوا زیرہ پیس کر ملا دیں۔ رائتے کے ساتھ دوستی پلاؤ پیش کریں۔

☆☆☆

طفیل ہاشمی

مالک سے گلہ شکوہ

یوٹیوب پر ایک عرب شیخ ہیں جو لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ ایک گفتگو میں وہ بتاتے ہیں کہ ایک عمل میں نے ان سینکڑوں لوگوں کو بتایا جو مخلوق خدا کے ستائے ہوئے تھے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی کا مسئلہ حل نہ ہوا ہو۔ ایسے مسائل جنھیں لوگ ناممکن سمجھتے تھے، وہ بھی حل ہو گئے، پھر انھوں نے اپنے ایک دوست کا واقعہ بتایا کہ ان کی بیٹی جو اعلیٰ تعلیم و اخلاق کی حامل تھی، اس کا شوہر اسے روزانہ یا ہر دوسرے تیسرے روز مارتا تھا اور وہ بہت پریشان تھے۔

مجھے کہا کہ آپ اسے سمجھائیں۔

میں نے کہا، دو صورتیں ہیں کہو تو میں اسے سمجھا دیتا ہوں، ممکن ہے سمجھ جائے، ممکن ہے ردعمل میں زیادہ شدت پسند ہو جائے، دوسرا طریقہ البتہ میرا آزمودہ ہے، اس میں کبھی ناکامی نہیں ہوئی۔

میں نے ان کے کہنے پر دوسرا طریقہ بھی بتا دیا کہ عمرہ کرنے جاؤ، وہاں جا کر اللہ رب العزت سے گلہ شکوہ کرو کہ میرے ساتھ یہ ہو رہا ہے اور میں بے بس ہوں، تُو ہی نظر کرم فرما۔

وہ صاحب چلے گئے، جا کر عمرہ کیا، دعا کی، روئے دھوئے شکوہ شکایت کی، واپس ہوٹل پہنچے تو بیٹی کا پیغام تھا کہ مجھے فون کریں۔

پریشان ہو گئے کہ نہ معلوم کیا سننے کو ملے۔

فون کیا تو بیٹی نے بتایا کہ رات کے آخری پہر میرا شوہر آیا اور اپنی تمام زیادتیوں کا اعتراف کر کے رو رو کر مجھ سے معافی مانگتا رہا اور آئندہ کے لیے حسن سلوک کا وعدہ کیا۔

یہ پروگرام سن کر مجھے یاد آیا کہ ایک بار حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے گلہ کیا تھا:

قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ۔

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ یوسف علیہ السلام کی قمیص پہنچ گئی۔

دوسری بار رسول امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف کے اوباشوں سے پتھر کھا کر گلہ کیا:

اللّٰھُمَّ إِنِّي أَشْكُو إِلَيْكَ ضَعْفَ قُوَّتِي، وَقِلَّةَ حِيلَتِي۔

لمحوں میں پہاڑوں کا فرشتہ آ گیا، لیکن وہ آخری دن تھا، اس کے بعد ہر روز قبولیت عامہ بڑھتی گئی۔

دونوں جگہ اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید۔

لوگوں کے سامنے مشکلات کا ذکر لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی شکایت کرنا ہے جو بے ادبی ہے، لیکن اللہ سے گلہ کرنا اپنی بے بسی کا اعتراف ہے۔ رہا عمرہ تو یہ بھی ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی گھر کے ساتھ وابستہ نہیں۔

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ۔

سو تم جہاں بھی ہو گے وہ تمھارے ساتھ ہو گا۔

☆☆☆

جبین چیمہ

۱۵

اور میں اپنے وعدے پر پورا اتروں گا!

فریال صبر کی چٹان بنی 'الجزیرہ' کے نمائندے سے بات کر رہی تھی۔ ایک قیامت تھی جو ہر سو برپا تھی، اور اس قیامت کے تھمنے کے ابھی دور دور تک کوئی آثار نہ تھے۔ جب بھی باہر کی دنیا جنگ بندی کی بات کرتی تو امریکا اسے 'ویٹو' کر دیتا کہ نہیں جنگ بندی نہیں ہونی چاہیے۔ فلسطینیوں کی نسل کشی جاری رہنی چاہیے۔ گویا یہود و نصاریٰ ایک ہی پیج پر تھے کہ معصوم اور بے گناہ لوگوں کا بے جرم و خطا قتلِ عام جاری رہنا چاہیے۔

شروع میں تو ساری دنیا کا خیال تھا کہ ایک چھوٹی سی پٹی پر آباد بیس بائیس لاکھ انسانوں کی حیثیت ہی کیا ہے کہ وہ دنیا کے امیر ترین، ترقی یافتہ اور جدید اسلحے کے ڈھیر پر بیٹھے ہوئے اسرائیل کا مقابلہ دو چار دنوں سے زیادہ کر سکیں۔

اسرائیل نے طاقت کے نشے میں اندھے ہو کر پہلے دن سے جو معصوم لوگوں کے گھروں پر دن رات بمباری شروع کی اور بے گناہ بچوں اور عورتوں کے قتلِ عام سے جب مہذب دنیا چونک اٹھی اور امریکا، یورپ اور آسٹریلیا سے لے کر انڈونیشیا، ملائیشیا تک دنیا کی ہر مہذب آبادی میں فلسطینیوں کے حق میں مظاہرے شروع ہو گئے جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتے گئے تو ان مظاہروں کی وجہ سے بے خبر لوگ فلسطینیوں پر ڈھائے گئے پچھلے پچھتر سالہ مظالم سے بھی واقف ہونے لگے۔ باہر کی دنیا نے جب اس بچے کی تصویر دیکھی جو پھٹے ہوئے پیٹ، سینے پر گہرے زخم اور ٹوٹے ہوئے بازو کے ساتھ بغیر دوا کے شدید درد کی حالت میں بھی صرف اپنے اللہ کو پکار رہا ہے، 'اللہ اکبر' کی صدا بلند کر رہا ہے، اور جب یورپ، امریکا اور آسٹریلیا کی عورت نے اس ماں کو دیکھا، جس کے چھ بچے شہید ہو گئے تھے اور وہ پھر بھی اللہ کی حمد و ثنا بیان کر رہی تھی، اور جب دیکھنے والوں نے دیکھا کہ باپ نے اپنے شہید ہوئے بچوں کے لاشے دیکھ کر خدا کا شکر بجا لا رہا ہے کہ الحمد للہ میں شہیدوں کا وارث ہوں تو وہ بے اختیار اس نظریے کی طرف متوجہ ہوئے کہ آخر وہ کیا چیز ہے جس کی خاطر یہ لوگ اپنے ماں باپ، اولاد اور اپنی جانیں تک بے دریغ لٹا رہے ہیں؟ کیا وہ زمین کی خاطر لڑ رہے ہیں؟ اگر زمین کی خاطر لڑ رہے ہوتے تو اب تک کچھ نہ کچھ مک مکا کر چکے ہوتے مگر انھیں اللہ رب العزت کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے نظریۂ حیات سے محبت تھی۔ انھیں اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید بطور دستورِ حیات کے چاہیے تھی۔ انھیں وہ خالص اسلام چاہیے تھا جس میں کسی قسم کی ملاوٹ نہ ہو۔ سوا ن کے ننھے بچے سے لے کر بوڑھے آدمی تک ایک چٹان کی مانند کفر کی یلغار کے سامنے ڈٹے کھڑے تھے۔

اس چیز نے امریکی یورپی اور باقی دنیا کی ایک بڑی غیر مسلم آبادی کو اسلام کی طرف متوجہ کیا۔ لوگ قرآن مجید خریدنے کے لیے دوڑے۔ یہاں تک کہ قرآن مجید کے نسخے کتابوں کے اسٹور میں کم پڑنے لگے۔ صرف ایک دن میں آسٹریلیا کی تیس خواتین نے اسلام قبول کیا۔ امریکا میں بے شمار خواتین مسلمان ہوئیں اور یورپ میں بے اختیار لوگ چلا اٹھے کہ اگر یہ اسلام ہے تو ہم اس سے پہلے اس سے بے خبر کیوں تھے!

فریال، وردہ اور طلحہ ننھے بچوں کو چپ کروانے کی کوشش میں خود بھی نڈھال ہو رہے تھے۔ بچے بھوک پیاس اور زخموں سے اٹھتی ٹیسوں کی وجہ سے بار بار بے ہوش ہو رہے تھے۔ دوسرے خیموں سے بھی لوگ کٹے پھٹے اجسام اکٹھے کر کے ان کی تدفین کے لیے آ گئے تھے۔

ننھے منے بچے جب اپنی ماؤں کے لیے بلکتے تو دیکھنے والوں کا کلیجہ پھٹنے لگتا۔ دوا علاج تو کچھ نہ تھا بھوک پیاس سے نڈھال بچوں کے لیے پانی کا ایک گھونٹ، روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا۔ ہر کیمپ کا یہی حال تھا مگر اس کے باوجود عجیب منظر یہ تھا کہ ہر شخص اپنی تکلیف میں صرف اللہ کو یاد کر رہا تھا۔ چار پانچ سال کے بچے بھی زخموں سے چور درد کی شدت سے چیخنے چلانے کی بجائے اللہ اکبر۔ اللہ اکبر کی صدائیں بلند کر رہے تھے۔

اچانک 'بی۔ بی۔ سی' کی ٹیم اس کیمپ میں آ گئی جس میں الجزیرہ والے پہلے ہی سے موجود تھے۔

وردہ اور طلحہ بالکل کیمپ کے دروازے کے پاس ہی کھڑے تھے۔ وردہ کا ننھا منا بھائی خالد اتنے زخمی اور لاچار بچوں کو دیکھ کر سہما ہوا بیٹھا تھا۔

آنے والے کیمپ کے حالات، ننھے تڑپتے انسانی جسم اور بھوک سے مرتے ہوئے انسانوں کو دیکھ کر ششدر رہ گئے۔

''پانی......!'' ایک ننھی بچی نیم بے ہوشی میں سسکی۔

'الجزیرہ' کا فوٹو گرافر اپنے تھیلے سے پانی کی بوتل لے کر اس کی طرف لپکا اور اس کے منہ میں پانی ٹپکانے لگا۔

پانی دیکھتے ہی بہت سے بچے بے ساختہ پانی کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے لگے۔ سب کے منہ میں گھونٹ گھونٹ پانی ٹپکاتے ہوئے 'الجزیرہ' کا فوٹو گرافر بے ساختہ رو دیا۔

''تم یہاں ہمارا تماشا دیکھنے آئے ہو؟''

ایک عورت بی بی سی کے نمائندوں پر جھپٹ پڑی۔

تب اچانک اُن کے اندر کی عصبیت جاگ اٹھی۔ انھیں یاد آیا کہ ان کے سامنے انسان نہیں بلکہ مسلمانوں کے مرتے ہوئے بچے ہیں۔

ان میں ایک سفاکیت سے بولا کہ یہ سب کیا دھرا تمھارے اپنے لوگوں کا ہے۔ تم لوگ آرام سے اپنے اپنے گھروں میں آباد تھے۔ تمھیں کس چیز کی کمی تھی جو تمھارے لوگوں نے اسرائیل پر حملہ کر دیا۔ یہ سارا قصور حماس کا ہے۔ تم لوگ حماس کو ختم کرنے میں اسرائیل کا ساتھ کیوں نہیں دیتے تا کہ تم لوگ ایک بار پھر چین سے اپنے اپنے گھروں میں رہ سکو۔''

اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی فریال اور باقی عورتیں چیخ اٹھیں:

''حماس ہماری آزادی کی جنگ لڑ رہا ہے۔ وہ ہمیں اس انسانیت سوز وحشی درندے سے آزادی دلوانے کی جنگ لڑ رہے ہیں، جنھوں نے ہمارے گھروں پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے۔ ہمیں دنیا کب کی دفن کر چکی تھی۔ مگر حماس نے ہمیں پھر سے دنیا کے سامنے زندہ کر دیا ہے۔ ہمارے جو شہید ہو چکے ہیں۔ وہ ہمیشہ کی زندگی پا چکے ہیں۔ ہمارے شہیدوں نے دنیا کو بتا دیا ہے کہ دہشت گرد ہم نہیں بلکہ اسرائیل ہے۔''

(جاری ہے)

اُمِ محمد سلمان

ریزہ ریزہ زندگی

غمِ زندگی تیری راہ میں
شبِ آرزو تیری چاہ میں
جو اجڑ گیا وہ بسا نہیں
جو بچھڑ گیا وہ ملا نہیں

شائستہ بارہویں جماعت میں پڑھ رہی تھی جب اس کی فیس بک پر ایک لڑکے سے دوستی ہوئی جو آہستہ آہستہ محبت میں بدلنے لگی۔ ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھائی جانے لگیں۔ ویڈیو کالز روز کا معمول بن گئیں۔ شائستہ ایک حسین و جمیل لڑکی تھی۔ عمر یہی کوئی سترہ برس تھی۔ سلیم بھی کراچی شہر کا ایک خوب رو نوجوان تھا۔ والدین کا اکلوتا بیٹا تھا۔ والدہ کا انتقال ہو چکا تھا، صرف والد تھے جنھیں سلیم کی پسند پر کوئی اعتراض نہیں تھا، لیکن شائستہ کے لیے کئی مسائل تھے۔ وہ ایک خوش حال ہزارہ فیملی سے تعلق رکھتی تھی اور ان کے ہاں برادری سے باہر رشتہ کرنے کا رواج نہ تھا۔

شائستہ رات دن اسی ادھیڑ بن میں رہتی کہ گھر والوں سے ذکر کیا تو وہ کبھی اس رشتے کے لیے رضامند نہیں ہوں گے، پھر ایک دن سلیم نے اسے گھر سے بھاگ کر کراچی آنے کا مشورہ دیا تاکہ دونوں شادی کر لیں اور ہنسی خوشی اپنی زندگی گزاریں۔ کچھ تامل کے بعد شائستہ بھی مان گئی اور ایک دن صبح ہی صبح جب سب گھر والے میٹھی نیند کے مزے لے رہے تھے وہ اپنا مختصر سامان لے کر اسٹیشن چلی آئی۔

ریل گاڑی آئی تو وہ اس میں سوار ہو کر اپنی چھتر چھایا سے بہت دور نکل آئی۔

اس کی قسمت اچھی رہی کہ راستے میں کسی بھیڑیے کے ہاتھ نہیں لگی ورنہ تنہا جوان خوب صورت لڑکی کا یوں اکیلے اتنا طویل سفر کرنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔

کراچی اسٹیشن پر سلیم اسے لینے کے لیے پہنچا ہوا تھا۔ دونوں گھر آئے اور سادگی سے ان کی شادی ہو گئی۔ شروع کے دن بڑے اچھے گزرے۔ سلیم ایک محبت کرنے والا شوہر ثابت ہوا مگر کچھ ہی مہینوں بعد شائستہ کو اپنے گھر والوں کی یاد ستانے لگی۔ اس نے ان سے رابطہ کرنے کی بہت کوششیں کیں مگر سب بے سود ثابت ہوئیں۔ انھوں نے شائستہ سے مرنا جینا ختم کر لیا تھا۔ ہمیشہ کے لیے اسے تنہا چھوڑ دیا تھا۔ شائستہ جس محلے میں رہتی تھی آس پاس کے گھروں میں کئی شادی شدہ لڑکیاں تھیں جو بڑے مان سے اپنے میکے آتیں جاتیں۔ انھیں دیکھ کر اس کا دل کٹ کر رہ جاتا۔ اکثر سوچتی کیا محبت کی خاطر اپنے ماں باپ بہن بھائیوں اور

پورے خاندان کو چھوڑ کر، انھیں رسوا کر کے میں نے اچھا کیا؟ کیا میں خوش ہوں؟ کیا صرف محبت کو پالینا ہی انسان کے لیے ضروری ہے؟ والدین اور گھر خاندان اور ان کی عزت کوئی اہمیت نہیں رکھتا؟

ہر بار یہ سوالات اسے ایک بند گلی میں لا کر چھوڑ دیتے۔ اپنے ہر بچے کی پیدائش پر وہ راہ تکتی رہ جاتی کہ شاید اس کے میکے سے کوئی آئے گا۔ ماں اس کی پہلوٹھی کی بیٹی کے لیے ننھے منے سونے کے ٹاپس بنوا کر لائے گی جیسے بڑی باجی کو بیٹی کی پیدائش پر دیے تھے۔ چھوٹے چھوٹے ننھے منے خوب صورت کپڑے ہوں گے، کھلونے ہوں گے مگر ہر بچے کی پیدائش پر یہ انتظار لا حاصل ہی رہتا۔

اس کی شادی کو چھے سال کا عرصہ ہو گیا تھا اور گود میں تین بچے تھے۔ سلیم کی آمدنی بس گزارے لائق تھی مگر وہ سلیقے سے گزارا کر رہی تھی، لیکن قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ابھی شائستہ کی زندگی میں ایک اور زلزلہ آنا باقی تھا۔ اچانک سلیم کسی بری صحبت کا شکار ہو کر ہیروئن کا نشہ کرنے لگا۔ پہلے جو کچھ کماتا تھا گھر میں خرچ کرتا تھا، اب تو زیادہ تر اس کے نشے کی نذر ہی ہونے لگا۔ بڑی کسمپرسی میں زندگی بسر ہونے لگی۔

کبھی کبھی وہ حالات سے تنگ آ کر زار و قطار رونے لگتی کہ یہ میں نے کیا کر دیا کیوں کر دیا؟ ہر دکھ سکھ میں سینے سے لگا لینے والی ماں شدت سے یاد آتی۔ چھوٹی بڑی فرمائشیں پوری کرنے والا لاڈ اٹھانے والا باپ یاد آتا، بہن بھائیوں کی چھیڑ چھاڑ یاد آتی، سہیلیوں کے ساتھ گزرا وقت یاد آتا، پاس پڑوس کی رونقیں یاد آتیں، خالہ اور پھوپیوں کے لاڈ یاد آتے، دادی نانی کے محبت بھرے قصے یاد آتے، دادا ابو کی نصیحتیں اور بید کی چھڑی یاد آتی مگر افسوس اب تو سارے رشتے چھوٹ چکے تھے۔ گھر سے بھاگی ہوئی کو کوئی اپنانے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس نے اپنے پیاروں کے منہ پر کالک مل دی تھی، انھیں پورے خاندان اور علاقے میں رسوا کر دیا تھا سو اب وہ سب کے لیے مر چکی تھی۔ وہ اسے زندہ دفنا کے فاتحہ پڑھ چکے تھے۔ اب وہ اپنے غلط فیصلوں کا خمیازہ بھگتنے کے لیے بالکل تنہا تھی۔

اور آج شائستہ کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔ وہ جس کے بھروسے پر ساری کشتیاں جلا کر آئی تھی، وہی اپنے ہوش و حواس میں نہ رہا۔ وہ جو پہلے ہی اپنوں کی جدائی سہ رہی تھی، اب شوہر کی محبت اور قربت سے بھی محروم ہو گئی۔ اب زندگی کسی جیل خانے سے بھی بدتر تھی۔ جہاں کھانے پینے کے ہی لالے پڑے ہوں وہاں دیگر ضروریات زندگی کا پورا ہونا بھی محال ہوتا ہے۔ اس کا کندن سا روپ چند ہی برسوں میں کملا گیا۔

آج اسے دیکھیں تو آنکھوں کی چمک تو ماند پڑ گئی مگر حسن ابھی بھی جھلکتا ہے۔ عمارت ٹوٹ پھوٹ بھی جائے تو کھنڈر بتا دیتے ہیں کہ کیسی عالی شان عمارت رہی ہوگی۔ یہی حال اس قسمت کی ماری شائستہ کا ہے۔ آج وہ بزبانِ حال کہتی ہے۔

جس طرح خواب مرے ہو گئے ریزہ ریزہ
اس طرح سے نہ کبھی ٹوٹ کے بکھرے کوئی

جی ہاں! یہ ایک سچی کہانی ہے۔

سوشل میڈیا کی ناجائز دوستیوں اور تعلقات نے بہت سی لڑکیوں کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ محبت کے جھانسے میں گھر اور رشتوں کو چھوڑ دینے والی نادان لڑکیاں جب زندگی کی تلخ حقیقتوں کا سامنا کرتی ہیں تو چیخ جاتی ہیں، ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں۔ کوئی اُن کا پرسانِ حال نہیں ہوتا۔ زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں رہتی۔ اپنے مردہ اور بے جان وجود کو لیے بس خود کو گھسیٹتی رہتی ہیں۔ کاش یہ لڑکیاں سمجھ لیں کہ شادی سے پہلے محبت کچھ نہیں ہوتی، صرف بربادی ہوتی ہے۔ اے میری نوجوان بیٹیو! خدارا اپنا دامن بچا کر رکھو۔ اپنے والدین کے اعتماد، بھائیوں کے مان اور بھروسے کو ٹھیس نہ پہنچاؤ۔ یہی تمھاری اصل پہچان، تمھاری عزت و ناموس کے رکھوالے ہیں۔ تمھاری خوشیوں کی ضمانت ہیں۔ ان کی قدر جانو، اِن رشتوں کو پہچانو، نامحرم کی محبت صرف ایک پانی کا بلبلہ ہے جو ذرا سی دیر میں پھٹ جاتا ہے۔ اس بلبلے کی خاطر اپنی زندگی کو عمر بھر کے لیے جہنم نہ بناؤ۔

ہم نے ایسے بھی بہت سے سچے واقعات پڑھ رکھے ہیں جہاں لڑکیاں گھر سے نکلیں اور کوٹھوں پر پہنچا دی گئیں، عیاش شیخوں کے ہاتھ فروخت کر دی گئیں، کال گرل بنا دی گئیں۔ کچھ ہوش کے ناخن لو میری بچیو! زندگی بار بار نہیں ملتی۔ اپنا دامن پاک صاف رکھو، تمھارے حصے کی جائز محبت و چاہت تمھیں ضرور ملے گی۔ اپنے شوہر کے گھر جا کر عزت و احترام سے رہنا، پھر گاہے بگاہے میکے آ کر ناز اٹھوانا۔ بس ابھی کچھ دن ماں باپ کی عزت کی رکھوالی کر لو۔ یاد رکھو کبھی کسی بہروپیے کی میٹھی باتوں میں مت آنا چاہے کوئی کتنا ہی اچھا اور محترم لگے۔ اس گناہ کی گندی کیچڑ سے ہمیشہ اپنا دامن بچا کر رکھنا۔ ماں باپ کی فرمانبردار اولاد کی زندگیوں میں سکون ہی سکون ہوتا ہے۔ ان کی چھب ہی نرالی ہوتی ہے۔ ان کے لیے والدین کی دعائیں ہر مشکل میں ڈھال بن جاتی ہیں۔

☆☆☆

الوداع

نجمہ ثاقب

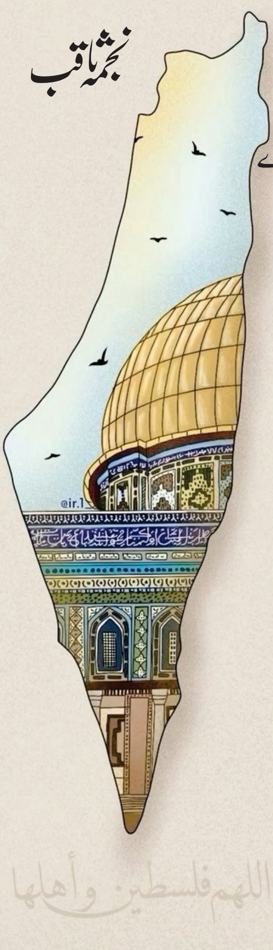

دل آباد میں بسنے والے
یاد کے روشن، پیارے چہرے
آ اور، مجھ سے رخصت لے
آج تجھے کھونے کا دن ہے
آ، اپنے ہاتھ سے تجھ کو
دل جنگل میں، دھار بناتی
ضبط کی برکھا میں نہلاؤں
اجلا، صاف کفن پہناؤں
اور تھوڑا
کافور لگاؤں
قبر تری، تیار پڑی ہے
قبرستان کی کالی گاڑی
دل دہلیز، پہ آن کھڑی ہے
رات اگرچہ بیت چلی ہے
لیکن تجھ کو جانا ہوگا
من کا دیپ بجھانا ہوگا
مٹی میں مل جانا ہوگا
آ، اور مجھ سے رخصت لے

ناہید جعفر۔ راولپنڈی

نور بھرا رمضان

پچھلے سال عید الفطر کے فوراً بعد ہم خاندان کی ایک شادی کی تقریب میں پہنچے تو ایک میز کے قریب سے گزرتے ہوئے کسی نے مجھے پکارا۔

میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ فریدہ بھابی تھیں میرے تو دل کی کلی کِھل گئی کیونکہ وہ میری پسندیدہ ہستی ہیں۔ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ بہت ماڈرن زندگی سے نکال کر اپنے رستے پر چلا کر بہت قیمتی بنا دیتا ہے۔ مجھے صحبتِ صالح میں بیٹھنے کا بہت شوق ہے، اس لیے ان کے ساتھ بیٹھنے کو غنیمت جانا۔

اب وہ ماشاء اللہ باعمل عالمہ بن کر مدرسے میں پڑھا رہی ہیں اور تبلیغی سرگرمیوں میں بہت مصروف رہنے کی وجہ سے بہت کم ہی تقریبات میں جا پاتی ہیں۔

سر سے پاؤں تک سیاہ عبائے میں ملبوس وہ سیپ میں چھپے کسی موتی کی طرح لگ رہی تھیں۔ ان کے گھر کی ساری بہو، بیٹیاں بھی ایسے ہی باپردہ بیٹھی ساری محفل سے منفرد نظر آ رہی تھیں۔

مجھے ان کی ہر بات قابلِ تقلید لگتی ہے۔ اسی لیے ان کے معمولات پوچھ پوچھ کر ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرتی ہوں۔ چند اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد میں نے سوال کیا:

”اور سنائیں!! رمضان کیسا گزرا؟“

مسکراتے ہوئے گویا ہوئیں: ”بس پہلے عشرے میں عمرے پر چلے گئے تھے، دوسرے عشرے میں سہ روزہ لگایا اور آخری عشرے میں اعتکاف کیا۔“

میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر انھیں یوں دیکھا گویا وہ کسی اور دنیا کی مخلوق ہوں...... ہائیں...... اتنا حسین رمضان بھی کوئی گزار سکتا ہے؟ جس کے ہر لمحے سے بھرپور رس نچوڑا گیا ہو۔

ان کے سادگی سے ادا کیے گئے الفاظ میرے دل پر ہتھوڑے لگا رہے تھے۔ ایک ان کا رمضان ہے...... اور ایک میرا تھا۔ میں موازنہ کیے جا رہی تھی۔

میں نے سارا دن سکون سے اپنے بستر پر بیٹھ کر جو ذکر و تلاوت وغیرہ کیا، اسی پر کتنی مطمئن تھی کہ بس اس سے زیادہ اور کیا محنت ہو سکتی ہے؟ اور سوچ رہی تھی اللہ کے ہاں اجر کی سب سے زیادہ مستحق ہونے میں کیا کمی چھوڑی ہے میں نے بھلا؟

ارے ایسے ہوتے ہیں اللہ کے پیارے لوگ جو اس قدر مشقت اور جدوجہد والا رمضان گزارتے ہیں۔

فریدہ بھابی یہ بتا کر دوسری طرف متوجہ ہو گئیں، اور میں سر جھکائے دل کی گہرائیوں سے اللہ سے کہہ رہی تھی: ”پیارے اللہ! میں بھی تو تیری بندی ہوں، تُو انھیں ایسا خوب صورت رمضان دکھا سکتا ہے تو مجھے بھی دکھا دے۔ زندگی میں ایک بار ہی سہی۔“

آیئے مل کر دعا کرتے ہیں۔ اللہ کریم مجھے اور آپ کو ایسا نور بھرا رمضان عطا فرمائے، آمین!

☆☆☆

بزمِ خواتین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ !

☆ میں بچوں کا اسلام اور خواتین کا اسلام کی پرانی قاری ہوں۔ پہلی بار خط لکھ رہی ہوں۔ یوں تو تمام شمارے ہی لاجواب ہوتے ہیں لیکن ۱۰۷۵ میں ایک کہانی ''پاپا'' پڑھ کر ہم ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوگئے۔ واقعی مزیدار تحریر تھی۔ ہمیں بے ساختہ اپنے ایک مرحوم ہمسائے یاد آگئے جو بہت ہی دھان پان اور مختصر سے وجود کے مالک تھے۔ سب سے پہلے ہم نے ان کے بچوں کے منہ سے لفظ پاپا سنا تھا۔ وہ اپنے والد کو پاپا کہتے تو ہمیں بہت ہنسی آتی کہ واقعی سوکھے پاپا ہیں۔ 'بنجر دل' ایک غم ناک کہانی تھی۔ بے حس لوگ بے اولاد خاتون کو طعنے دے دے کر اس کا جگر چھلنی کر دیتے ہیں خدا ایسے لوگوں کو ہدایت دے۔ (زرینہ خانم لغاری۔مظفر گڑھ)

ج: آمین ثم آمین۔ آپ نے لکھا کہ پہلی بار خط لکھا، جبکہ آپ کا نام کئی بار کا پڑھا پڑھا سا لگا۔ خیر آئندہ بھی بزم میں آتے رہیے گا۔

☆ شمارہ ۱۰۷۵ 'قرآن وحدیث' اور 'خواتین کے دینی مسائل' سے مستفید ہونے کے بعد آئینہ گفتار دیکھا جس میں 'ایک اہم نکتہ' میں ایک شرعی مسئلے سے آگاہی تھی۔ اہلیہ راشد اقبال بہترین کہانی 'بنجر دل' کے ساتھ سوز دل سے تشریف لائی۔ 'ون ڈش' ایک رسم کی اصلاح کرتی کہانی تھی۔ 'اے تمام عالموں کے معبود' دعائیہ اشعار خوب تھے۔ 'پاپا' اور 'مولوی کے بچے' بھی اچھے تھے۔ اللہ سب کے حوائج پورے کر کے مشکلات سے بچا کر رکھے۔ (نام پتا نہیں لکھا)

ج: آمین ثم آمین۔ افسوس ہوا کہ آپ کے تبصرے کے ساتھ نام نہیں لکھا۔ شاید کسی اور صفحے پر لکھا ہو۔

☆ سرورق خوب مزین تھا۔ سرورق کہانی پڑھ کر ایسے لوگوں سے توبہ کی جو دوسروں پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ حافظ عبدالرزاق صاحب کی تحریریں ہمیں بے حد پسند ہیں۔ حرام روزی کے چند نقصانات پڑھ کر شکر ادا کیا کہ اللہ نے حرام سے بچا کر رزق حلال میسر کیا ہے۔ فلسطین پر نیا ناول بہت ہی دلسوز ہے۔ معلومات میں بھی بہت اضافہ ہو رہا ہے اور اپنوں کے دکھ جان کر دل پاش پاش بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے اور ہمیں خواب غفلت سے جگائے، آمین۔ لحاظ سے شاندار رسالہ مگر آئینہ گفتار غائب پلیز مدیر بھیا چھٹی نہ کیا کریں۔ (سدیمہ امیر بخش۔لیاری، کراچی)

ج: آمین ثم آمین۔ کچھ عرصے کے بعد تو کام سے چھٹی سبھی کو چاہیے ہوتی ہے۔

☆ میں گھر داخل ہوا تو خلافِ توقع خواتین کا اسلام ۱۰۸۳ بڑی بیٹی کے ہاتھوں میں تھا۔ میں نے پوچھا کچھ چھپا! جواب ملا، جی ابو! مجھے خیال آیا چھوٹی بیٹی جو بنت مولوی شبیر احمد کے نام سے لکھتی ہے اس کی کوئی تحریر ہوگی یا شاید میری اپنی تحریر چھپی ہو مگر بیٹی نے رسالہ کھول کے سامنے کیا تو ''قدموں تلے جنت'' از ہمشیرانس شبیر کا نام رقم تھا۔ بیٹی بولی ابو یہ میری پہلی تحریر ہے۔ میں نے اسے پیار کیا اور مبارک باد دی۔ کئی بار پڑھی تو بہت پسند آئی، موضوع جاندار، الفاظ نپے تلے اور خوب صورت، تحریر میں تسلسل اور عنوان بہت نرالا تھا۔ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ یہ کسی مبتدی کی تحریر ہے۔ 'خدا کرے زور قلم اور زیادہ' اور خوشی اس بات پر بھی تھی کہ میرے گھر کا چوتھا فرد ہے جس کی تحریر کو خواتین کا اسلام کی آغوش میں جگہ ملی ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک! دیگر تحریروں میں فلسطین کے موضوع پر ناول 'میں وعدہ پورا کروں گا!' اور 'دو وصیتیں' دل کو جھنجھوڑنے والی تحریریں تھیں۔ خصوصاً اشعار نے بہت رلایا۔ اللہ تعالیٰ اہل فلسطین اور مجاہدین کی مدد فرمائے اور مسلمان حکمرانوں کو ان کی مدد کی توفیق بخشے۔ (مولوی شبیر احمد۔52 غربی، وہاڑی)

ج: آمین یارب العالمین۔ ہماری طرف سے بھی ہمشیرانس شبیر کو بہت مبارک باد۔ اللہ تعالیٰ سب بہن بھائیوں کو دارین کی سعادتیں نصیب فرمائے، آمین!

☆ خواتین کا اسلام شمارہ ۱۰۷۸ میں 'خواتین کے دینی مسائل' میں قرآن خوانی کی اجرت کے بارے میں بہت سی بدعات سے بچنے کا جواب ملا۔ 'آئینہ گفتار' کی جگہ ''پلاٹ'' جگمگا رہا تھا۔ واقعی ڈھائی گز پلاٹ کے نقشے اور سجاوٹ میں زندگی بسر کی جانی چاہیے۔ بزم خواتین میں کچھ نام جانے پہچانے لگے۔ 'امہات المومنین کا مقام' ساریہ کے قلم سے بہت ہی اچھی تحریر تھی۔ آپ سے دعاؤں کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے گھر کی زیارت کرائے، آمین!

(منیبہ جاوید۔احمد آباد 18 ہزاری، جھنگ)

ج: آمین ثم آمین۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بار بار حرمین شریفین کی زیارت کی سعادت نصیب فرمائے۔

☆ تازہ شمارے کے سرورق پر نگاہ پڑتے ہی دل سے بے اختیار آہ نکلی۔ 'اے قدس! ہم تجھے آزاد دیکھنے کو بے تاب ہیں'۔ آئینہ گفتار میں جبالیہ میں بنی عزازیل کی درندگی و شقاوتِ قلبی جہاں دل کو چھلنی کیے دیتی ہے تو وہیں ریاض اور لاہور کی بے حسی و مردہ دلی کے عذاب کو کھلم کھلا دعوت دیتی نظر آتی ہے۔ گویا ضمیر مر چکے...... استغفر اللہ! 'چنگاری' غزہ کے باسیوں سے اظہارِ یکجہتی کرتی پر درد تحریر، جسے پڑھ کر بار بار آنکھیں نم ہوتی رہیں۔ 'نظر روشنی پر رہے' بہت خوب، بلاشبہ ہم 'اصحاب الاخدود' کے رستے پر چلیں گے اور دیوانہ وار آگے بڑھتے ہی چلے جائیں گے، ان شاء اللہ۔ 'زہریلے جملے'، 'چھوٹے پن' کی انتہا ہیں۔ 'والدین کی خدمت' قیمتی تحریر، اللہ جی ہمیں اپنے بابا جان کے لیے بہترین صدقہ جاریہ اور امی جان کے لیے خوب نافع وخدمت گزار بنائیں۔ (اقرأ فرید۔پنڈی گھیب، اٹک)

ج: آمین ثم آمین۔ نجانے کیا بات ہے کہ آج ہر تبصرے کے جواب میں بے ساختہ ''آمین ثم آمین'' زبان سے نکل رہا ہے۔

☆ شمارہ ۱۰۷۶ سرورق کیا خوب تھا۔ آئینہ گفتار پڑھ کر ایصال ثواب کیا۔ نیوز چینل والے بھائی کافی دنوں بعد نظر آئے، ان کی تحریر نے بہت ہنسایا۔ جبیں چیمہ ماشاء اللہ بہت اچھا لکھ رہی ہیں، ان کا ناول بہت ہی شاندار ہے۔ 'وہی مجاہد ہوگا' آسیہ عبدالرحمن نے بہت منفرد انداز میں قلم اٹھایا۔ مدیر چاچو! آپ کو ایک راز کی بات بتاتی چلے جس دن حور اور میرا خط آنا ہوتا ہے اللہ پاک ہمیں ایک دن پہلے خواب میں دکھا دیتے ہیں۔

(خولہ الیاس ثانیہ محمد احمد حورعینا محمد الیاس۔ٹھل نجیب، کبیر والا)

ج: واقعی یہ تو بہت مزیدار بات ہے، لیکن کہتے ہیں کہ راز کو راز رکھنا چاہیے۔ راز کھول دیا جائے تو پھر آئندہ رازوں میں شریک نہیں کیا جاتا۔

☆ کتنی ہی دیر سرورق کو ہی تکتے رہے، بمشکل اس حسین منظر سے نکل سے آگے بڑھے، اگلے ہی ورق پر اقوال زریں کے ساتھ اپنا نام دیکھ کر خوشی ضبط کرنا مشکل ہو گیا۔ 'حصار مت توڑو' بہت زبردست کہانی تھی۔ اب یہ ہر گھر میں ہی ہونے لگا ہے۔ لڑکی کا دیور سے پردہ چھڑوا دیا جاتا ہے حالانکہ جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دیور سے پردہ کے متعلق پوچھا گیا تو ہمارے نبی نے فرمایا کہ دیور تو موت ہے۔ 'خوشبو جیسے لوگ ملے افسانے میں' پڑھ کر یوں لگتا ہے ہم بھی براہِ راست ان تمام رائٹرز کے درمیان موجود ہوں۔ آج کل آپی ساجدہ غلام محمد نظر نہیں آرہیں۔ ان سے نہایت ادب سے درخواست کرتی ہوں کہ جلد از جلد ڈھیر ساری تحریروں کے ساتھ تشریف لائیں۔ (بنت ملک اشرف۔گڑھا موڑ)

ج: ساجدہ بہن تحریروں کی بجائے آج کل نت نئے کیک ترتیب دے رہی ہیں۔ ان کا اپنے گھر سے یہ چھوٹا سا کاروبار مانچسٹر میں چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے رزق میں خوب برکتیں دے، آمین!

☆☆☆

برائے غزہ

پاک ایڈ ویلفیئر ٹرسٹ

رمضان

افطار پروجیکٹ

سینڈوچ	دہی	ایک افطاری پیکج	جوس	کھجور

رمضان افطاری پیکج کے لیے ٹرسٹ کو عطیات دیجئے

5.$ یو ایس ڈالر

ٹرسٹ کو دیے جانے والے تمام عطیات انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں

ماہ مبارک میں اپنے لیے ثواب اور اپنے پیارے مرحومین کے لیے ایصال ثواب کا سامان کیجیے

A/C Title: **Pak Aid Welfare Trust** A/C No.: 3048301900220720

Bank: **FAYSAL BANK** Swift code.: **FAYSPKKA** IBAN: **PK28FAYS3048301900220720**

+92300-050 9840 | +92300-050 9833 | www.pakaid.org.pk